تار کا پتہ الفضل قادیان بٹالہ

اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ط وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵

قیمت فی پرچہ ۱؍

THE ALFAZL QADIAN

قیمت سالانہ پیشگی عہ

بیرون ہند عہ

اخبار الفضل

ہفتہ میں دو بار

قادیان

ایڈیٹر :- غلام نبی ٭ اسسٹنٹ - مہر محمد خان

نمبر ۱۲	مورخہ ۱۰؍ اگست ۱۹۲۳ء یوم جمعہ	مطابق ۲۶ ؍ ذی الحجہ ۱۳۴۱ ہجری	جلد ۱۱

موجودہ یورپ میں مسلمانوں کی سب سے پہلی مسجد کی بنیاد

اور مسجد اقصیٰ قادیان کی توسیع

۵ تاریخ مغرب کے وقت حسب اعلان خواتین اور مرد مسجد اقصیٰ میں جمع ہو گئے۔ چونکہ اس دن دن بھر سخت بارش ہوتی رہی۔ اور مطلع ابر آلود تھا اسلئے اوّل حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں۔ اور ارشاد فرمایا کہ وزراء احباب گھر جا کر پڑھ لیں۔

پھر حسب ذیل مختصر سی تقریر فرمائی ٭

جیسا کہ میں نے پچھلے جمعہ کے خطبہ میں اعلان کیا تھا۔ آج اللہ تعالیٰ کے فضل کے ماتحت

مدینۃ المسیح

۵ تاریخ مغرب اور عشاء کے درمیان حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے مسجد اقصیٰ کی توسیع کے لیئے بنیاد رکھی۔ اور اسی وقت مسجد برلن کے لئے دعا فرمائی۔

ایام زیر رپورٹ میں ۴۔ اگست کی رات کو اور ۵ کے دن کو بہت زور کی بارش ہوئی۔ جس سے مکانات کو بھی نقصان پہنچا ٭

مبلغین کی نئی جماعت زیر انتظام جناب حافظ روشن علی صاحب کھل گئی ہے۔ اور پڑھائی شروع ہو گئی ہے۔ جس میں ۱۴۔ اصحاب تعلیم پا رہے ہیں۔ ان میں ۸ مولوی فاضل ہیں۔ اور چھ مدرسہ احمدیہ کے فارغ التحصیل دو پرائیویٹ طور پر عربی کی اچھی قابلیت حاصل کئے ہوئے ہیں۔

برلن میں مسجد کی بنیاد رکھی جائیگی اور اس کا وقت جیسا کہ تار سے معلوم ہوا ہے۔ ۳ بجے بعد دوپہر ہے جو کہ وقتوں کے فرق کے لحاظ سے یہاں کا یہ وقت ہے اسکے متعلق باہر بھی اعلان کیا گیا ہے۔ اور یہاں بھی ہم اسی لئے جمع ہوئے ہیں کہ دعا کریں۔ خدا تعالیٰ اس مسجد کی تعمیر میں برکت ڈالے۔ گو لنڈن کی مسجد کیلئے پہلے مکان خریدا گیا ہے مگر مسجد کے لحاظ سے تا حال وہ تعمیر نہیں ہو سکا کیونکہ اس کیلئے اتنا روپیہ جمع نہیں ہوا۔ جتنے کی ضرورت ہے۔ اسلئے یورپ میں سب سے پہلی ہماری مسجد یہی برلن کی مسجد ہے۔ بلکہ یہی مسجد مسلمانوں کی بنائی ہوئی پہلی مسجد ہے۔ اگرچہ یورپ میں تین مسجدیں اس سے پہلے تعمیر ہو چکی ہیں۔ ایک ووکنگ میں ہے۔ جو ایک انگریز نے بنوائی ہے ایک فرانس میں ہے۔ جو فرانس کی گورنمنٹ نے بنوائی ہے۔ ایک برلن میں بھی پرانی مسجد ہے جو غیر آباد ہے وہ بھی گورنمنٹ نے بنائی تھی۔ جب روس سے بہت سے جنگی قیدی پکڑے آئے۔ تو ان میں بہت سے مسلمان بھی تھے۔ جنکی تعداد ۱۲ ہزار کے قریب تھی۔ ان کے لئے گورنمنٹ نے وہ مسجد بنوائی تھی۔ اسوجہ سے مسلمانوں کی بنائی ہوئی مسجد موجودہ یورپ میں یہی پہلی مسجد ہوگی۔ موجودہ یورپ میں اسلئے کہا ہے کہ یوں تو مسلمان یورپ کے مختلف علاقوں میں ہزاروں سال رہے ہیں۔ وہاں انھوں نے مساجد تعمیر کیں۔ مگر جب انکو جبراً عیسائی بنا لیا گیا۔ تو مساجد برباد ہو گئیں۔ اب بھی یورپ میں مسلمانوں کے علاقہ میں مسجدیں ہیں۔ مگر ان علاقوں کو یورپ کا جزو نہیں سمجھا جاتا۔ بلکہ الگ قرار دیا جاتا ہے پس اس علاقہ میں جسے یورپ سمجھا جاتا ہے اور جہاں سے اسوقت مسلمانوں کو خارج کر دیا گیا ہے وہاں یہی مسجد پہلی مسجد ہے۔ اسلئے میں نے چاہا کہ دوست ملکر دعا کریں کہ خدا تعالیٰ اس مسجد کو بابرکت کرے اور اسلام کی اشاعت اور ترقی کا ذریعہ بنائے۔

اسی طرح یہ مسجد جسمیں اسوقت ہم جمع ہیں اسکا بھی حق ہے کہ جماعت کی ترقی کے ساتھ ساتھ اسکو بھی وسعت دیں۔ اس غرض کیلئے پرانی خریدی ہوئی زمین تھی مگر بعض مصالح کی وجہ سے اسکو شامل نہیں کیا گیا تھا۔ اب میں نے خیال کیا کہ شاید اسکو مسجد میں شامل کر کے جب ہم اسمیں نماز پڑھینگے تو اسکے ساتھ والا ... ملجائیگا۔ پس اسموقع پر اس گھر کی مسجد کی بھی توسیع کیجاتی ... پہلے میں اسکی بنیاد رکھونگا۔ اور پھر یہاں آکر دعا کرونگا۔

اسکے بعد حضور معہ چند اصحاب کے مسجد کے جنوبی پہلو کی سیڑھیوں سے اتر کر نیچے تشریف لے گئے۔ اور موجودہ مسجد کے مشرقی کونے پر اپنے ہاتھ سے سات اینٹیں رکھیں اس کے بعد مسجد میں تشریف لے آئے۔ اور دیر تک دعا فرمائی۔ جسمیں مرد و عورتیں سب شامل تھے۔

فریضہ زکوٰۃ کی ادائگی کے متعلق تنبیہ

تمام جماعت احمدیہ کو واضح ہو کہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کا ارشاد ہے کہ تمام جماعت کے افراد کو بذریعہ اخبار پڑھتے ہیں بتا یا جاوے کہ وہ پوری طرح دوسرے بھائیوں میں اس امر کی اشاعت کر دیں کہ جو مرد یا عورت صاحب نصاب ہو۔ اگر اس کی نسبت شکایت پہنچی کہ وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تو ان کو جماعت سے خارج کرنے کا حکم دیا جاویگا۔ جملہ سکرٹریان تعلیم و تربیت کو پورا انتظام کرنا چاہیئے۔ کہ زکوٰۃ پوری طرح ہر صاحب نصاب سے وصول ہو۔ ناظر تعلیم و تربیت قادیان

کتب مسیح موعودؑ کا امتحان

امسال جلسہ سالانہ کے ایام میں کشتی نوح اور لیکچر اسلامی اصول کی فلاسفی کا امتحان لیا جانا قرار پایا ہے۔ گذشتہ سال کے امتحان میں شامل ہونیوالے اصحاب کے علاوہ چاہیئے کہ اور دوست بھی امتحان ہذا میں شریک ہوں۔ اور جو اصحاب اس کیلئے تیاری شروع کریں۔ وہ اپنے نام و پتہ سے مجھے بواپسی اطلاع دیں۔ تاکید ہے۔ ناظر تعلیم و تربیت قادیان

(بسم اللہ الرحمٰن الرحیم)
الفضل
یوم جمعہ - قادیان دارالامن والامان - مورخہ ۱۰ - اگست ۲۳ء

تبلیغ احمدیت میں سستی کیوں؟
تبلیغی کوششوں میں پہلے کی نسبت بہت زیادہ اضافہ کی ضرورت

جب سے فتنہ ارتداد کے انسداد کی طرف ہماری جماعت کی توجہ ہوئی ہے۔ اس وقت سے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ تبلیغ احمدیت کی طرف احباب کو اس قدر انہماک نہیں رہا۔ جیسا کہ اس سے قبل تھا۔ بے شک ارتداد کا فتنہ بہت بڑا فتنہ ہے۔ اور اس کے انسداد کے لئے ہماری جماعت جس جوش اور فدائیت سے کام کر رہی ہے۔ وہ بے نظیر ہے۔ چنانچہ جہاں غیر متعصب مسلمانوں کا بہت بڑا طبقہ ہماری تبلیغی کوششوں کی اہمیت کا اعتراف کرتے ہوئے جماعت احمدیہ کو خاص قدر و وقعت کی نظر سے دیکھنے لگ گیا ہے۔ اور اسے ترقی اسلام کی اُمیدوں کا مرجع سمجھتا ہے۔ وہاں خود حریف یعنی آریہ بھی یہ اقرار کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں کہ:

"ان لوگوں (احمدیوں) کی قربانی دیکھ کر زبان بغیر تعریف نہیں رہ سکتی۔ یہ لوگ ۳ ماہ کے لئے کام کرنے آئے ہیں۔ ۳ ماہ تک کسی قسم کا خرچ ان کو نہیں دیا جاتا۔ ریل کا کرایہ خوراک وغیرہ سب اپنے پاس سے خرچ کرتے ہیں۔ پہلی سہ ماہی کے والنٹیئر واپس چلے گئے ہیں۔ دوسری سہ ماہی کے تشریف لے آئے ہیں۔ ۹ صد والنٹیئر اپنا نام اس کام کے لئے لکھا چکے ہیں۔ اور جو صاحب یہاں کام کرتے ہیں ہر قسم کی مصیبت اُٹھا کر کام کرتے ہیں۔"

(ملاپ - یکم اگست)

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں۔ اور نہ ہونا چاہیئے۔ کہ دشمنان اسلام سے ایک فوری مقابلہ پیش آجانے کی وجہ سے ہم اپنے اصل فرض سے غافل ہو جائیں یا اس میں کسی قسم کی سستی کریں۔ بلکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ تبلیغ احمدیت میں ہم پہلے سے بھی زیادہ سعی اور کوشش کریں اور ہر ایک احمدی اپنی ساری قوت اور پورا زور اس فرض کی ادائگی میں صرف کردے۔ کیونکہ فتنہ ارتداد نے رُونما ہو کر ہمیں آگاہ کر دیا ہے۔ کہ اسلام نہایت خطرہ میں ہے اور اس خطرہ سے بچانے کے لئے سر توڑ کوشش کی ضرورت ہے۔ پہلے تو اسی بات کا رونا تھا کہ مسلمان کہلانیوالے صرف نام کے مسلمان رہ گئے۔ احکام اسلام کی پابندی نہیں کرتے اور حقیقی مومن کی جو شان ہونی چاہیئے۔ وہ ان میں نظر نہیں آتی۔ لیکن اب تو یہ مصیبت پیش آگئی ہے کہ نام کے مسلمان بھی نہیں رہنا چاہتے۔ بلکہ مرتد ہو کر اسلام کے دشمن بن رہے ہیں۔ اس صورت میں ہر ایک احمدی سمجھ سکتا ہے کہ اسے تبلیغی کوششوں میں پہلے کی نسبت سُست ہو جانا چاہیئے۔ یا بہت زیادہ جوش اور انہماک سے کام کرنا چاہیئے۔

اسوقت اسلام جس قدر نازک حالت میں سے گذر رہا ہے۔ اس کا کسی قدر اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ ایک طرف تو مسلمان اسلام کی حفاظت اور اشاعت سے بالکل غافل اور لاپرواہ ہیں۔ اور دوسری طرف دشمن بڑی بڑی تیاریوں سے حملہ آور ہو رہے ہیں۔ مسلمانوں کی مذہبی بے حسی اور غفلت کی اس سے زیادہ افسوسناک مثال اور کیا ہو سکتی ہے کہ اسوقت تک انہیں سے فتنہ ارتداد کے مقابلہ کے لئے کوئی ایک بھی تو ایسا شخص کھڑا نہیں ہوا جیسے مہاشہ شردھانند صاحب۔ اور لالہ ہنسراج صاحب کا ہم پلہ قرار دیا جاسکے۔ اور جب تک کوئی سرکردہ انسان راہنمائی نہ کرے۔ بیچارے عام لوگ کیا کر سکتے ہیں۔

اسوقت ہماری چھوٹی سی اور غریب جماعت کے جس قدر مبلغ میدان ارتداد میں کام کر رہے ہیں۔ اُتنے تمام مسلمانوں کے بھی نہیں ہیں۔ عام لوگ روپیہ دے سکتے ہیں۔ اور بڑی فراخدلی سے مولوی صاحبان کو دے رہے ہیں۔ لیکن جب وہ خود ہی مذہب سے واقف نہیں۔ تو دوسروں کو کیا بتا سکتے ہیں۔ اور جن لوگوں کو عالم دین ہونے کا دعویٰ ہے۔ انہیں آپس کے جھگڑوں اور لڑائیوں سے فرصت نہیں۔ اور وہ ذاتی اغراض کی خاطر ایک دوسرے سے دست و گریبان ہو رہے ہیں۔ اور نہ صرف یہی بلکہ احمدی مجاہدین کی تبلیغی مساعی میں رخنہ اندازی اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اور ہر ممکن طریق سے دُکھ اور تکلیف پہنچا رہے ہیں۔

غور کرو۔ کیا اگر اسوقت تک احمدیت کی کافی اشاعت ہو چکی ہوتی۔ تو بھی یہی حالات ہوتے۔ ہمارے لئے یہی مشکلات ہوتیں۔ اشاعت اسلام میں اسی طرح روکاوٹیں پیش آتیں۔ دشمنان اسلام کو ناکام و نامراد کرنے میں اسی قدر عرصہ لگتا۔ ہرگز نہیں۔ اول تو فتنہ ارتداد ہی نہ اُٹھتا۔ کیونکہ احمدی مبلغ ان لوگوں کی اصلاح کے لئے اس علاقہ میں بھی پہنچ چکے ہوتے۔ اور اگر اٹھتا بھی تو نہایت آسانی کے ساتھ دبایا جاسکتا۔ کیونکہ جس قدر مبلغوں کی ضرورت ہوتی۔ باآسانی مل سکتے۔ اور جس قدر روپیہ کی حاجت ہوتی۔ بسہولت میسر آسکتا۔ لیکن چونکہ ہماری جماعت ابھی تک ایک چھوٹی سی جماعت ہے اور وہ بھی غرباء کی۔ اس لئے اگرچہ وہ خدمت اسلام کے لئے اپنی بساط سے بہت بڑھ چڑھ کر ایثار اور قربانی کر رہی ہے۔ تاہم کثیر التعداد اور مالدار دشمن کا جو ہر جگہ اسلام پر حملہ آور ہو رہا ہے۔ مقابلہ حسب دلخواہ نہیں ہو رہا۔ اور جب تک ہماری جماعت کی تعداد خاص طور پر نہ بڑھیگی۔ اسوقت تک یہی حالت رہیگی دوسرے مسلمانوں کی دین سے غفلت اور اشاعت اسلام سے لاپرواہی کا ثبوت تو اسی دن مل گیا تھا جس دن خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو

حفاظت اور اشاعت اسلام کے لئے ایک جماعت بنانے کے لئے مبعوث فرمایا۔ لیکن ارتداد کے فتنے نے اس پر مُہر ثبت کردی ہے۔ دُنیا میں کئی کروڑ مسلمان بستے ہیں۔ اور سات کروڑ تو صرف ہندوستان میں ہیں ان میں حکمران طبقہ بھی ہے۔ رؤسا امرا اور نواب بھی ہیں بڑے بڑے مالدار اور دولت مند بھی ہیں۔ لیکن ارتداد کا فتنہ جو ان کی تعداد کے مقابلہ میں ایک بہت ہی حقیر سا فتنہ ہے۔ اس کے لئے انہوں نے کیا کیا۔ کچھ بھی نہیں۔ رہ گیا دنیا میں اشاعت اسلام کے لئے کچھ کرنا اور غیر مذاہب کے لوگوں کو دعوت اسلام دینا تو بڑی بات ہے۔ جس سے مسلمان صدیوں سے محروم ہو چکے ہیں۔ یہ تو مسلمانوں کو مرتد ہونے سے بچانے کے لئے بھی کچھ نہ کرسکے۔ اور نہ کرنا چاہتے ہیں۔ ورنہ اگر ساری دنیا کے مسلمانوں کو چھوڑ صرف ہندوستان ہی کے مسلمان ملکانوں کو ارتداد سے بچانے کیلئے اسی جوش اور ولولہ کو لیکر اُٹھ کھڑے ہوتے۔ جو احمدی جماعت میں پایا جاتا ہے۔ تو ناممکن تھا کہ آریہ سامنے ٹھہر سکتے۔ اور ارتداد کی آندھی دُور نہ ہو جاتی۔ مگر رونا تو اسی بات کا ہے۔ کہ مسلمانوں میں اسلام کے لئے وہ درد اور وہ کرب نہیں رہا۔ جو ہونا چاہیئے۔ اور جب تک یہ پیدا نہ ہوگا اسوقت تک ان سے کسی اسلامی خدمت کی توقع رکھنا بالکل عبث ہے۔ اور مسلمانوں میں دین کی اُلفت اور محبّت پیدا کرنے کی یہی صورت ہے۔ کہ ان کو احمدیت کا حلقہ بگوش بنایا جائے۔ تاکہ وہ حقیقت اسلام سے واقف ہو کر اسلام کی حفاظت اور اشاعت اپنی زندگی کا مقصد قرار دے لیں۔ کیا اس میں کوئی شک ہے کہ احمدیوں میں اسلام کے لئے جو ایثار اور جوش پایا جاتا ہے۔ وہ بے نظیر ہے۔ مگر ان میں یہ پیدا کیونکر ہوا۔ کیا احمدی اسی ملک میں نہیں رہتے جس میں اور مسلمان رہتے ہیں۔ کیا احمدی اسی کرہ ہوائی میں سانس نہیں لیتے جس میں دوسرے مسلمان لیتے ہیں۔ کیا احمدی اسی زمانہ میں سے نہیں گذر رہے۔ جس میں اور مسلمان گذر رہے ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ احمدی تو اسلام کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر رہے ہیں۔ مگر دوسرے مسلمان بیہوشی کے عالم میں بڑے خراٹے لے رہے ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے احمدیوں میں زندگی کی روح پھونک دی ہے۔ اور اسلام کی حلاوت سے شاد کام کردیا ہے۔ مگر دوسرے اگر اس سے محروم ہیں۔ تو ہمارا فرض ہے کہ انہیں بھی اس نعمت میں شامل کریں۔ اور اس طرح فدایان اسلام کی ایک طاقتور جمعیت بنا کر تمام عالم میں اسلام کو پھیلا دیں۔ پس ہر ایک احمدی کو یاد رہے۔ کہ یہ موقع احمدیت کی اشاعت میں کسی قسم کی سُستی کرنے کا نہیں۔ بلکہ پہلے سے بھی زیادہ جوش سے کام کرنے کا ہے۔ اور یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ علاقہ ارتداد میں کام کرنے کے باعث بہت سے لوگوں کو عملی طور پر تبلیغ کرنے کا تجربہ حاصل ہو رہا ہے۔ ان اصحاب کو اپنا مقررہ وقت ختم کر کے واپس آنے پر اپنے اپنے مقامات میں اسی جوش سے احمدیت کی تبلیغ میں مصروف رہنا چاہیئے۔ جس جوش سے علاقہ ارتداد میں انہوں نے کام کیا ہے۔ کیونکہ اگر ملکانوں کو ارتداد سے بچانے کی کوشش کرنا ان کا فرض تھا۔ تو اپنے قریب رہنے والوں کو احمدیت کی نعمت سے بہرہ اندوز کرنا بھی ان کا فرض ہے۔ اسی طرح تبلیغی سیکرٹریوں کو اپنے فرائض کی ادائگی میں پورا انہماک دکھانا چاہیئے۔ اور ہر ایک احمدی کو انفرادی طور پر بھی اس میں مشغول رہنا چاہیئے۔ تاکہ جہاں خدا تعالیٰ کی پیاری مخلوق اپنے خالق کی خوشنودی اور رضامندی حاصل کر سکے۔ وہاں اسلام کا پرچم بھی ہر جگہ لہراتا نظر آئے۔ اور دشمنان اسلام کو اپنے منصوبوں میں اسی طرح ناکامی ہو۔ جس طرح اسلام کے پہلے معاندوں کو ہوتی رہی ہے ٭

آریہ گزٹ کی بدمذاقی

پرتاپ (۲۰ اگست) بہت پیچ و تاب کھاتا ہوا لکھتا ہے۔ "سوامی شردھانند جی کی خوش قسمتی پر کیا شک ہے۔ جنہیں آج کل مسلمانوں کی طرف سے بیشمار لقب دئے جاتے ہیں۔ وہ لالہ شردھانند ہیں۔ وہ بابو شردھانند ہیں۔ وہ پنڈت شردھانند ہیں۔ وہ مہاشہ شردھانند ہیں اور وہ گورو شردھانند ہیں۔ مسلمان اخبارات سمجھتے ہیں کہ سوامی شردھانند کو سوامی لکھنا ایک ایسا گناہ کبیرہ ہے۔ جس کے لئے شاید کبھی بھی جہنم سے چھٹکارا نہ ہو سکے۔ جس حد تک کوئی اخبار تعصب سے رنگا ہوا ہے۔ اسی حد تک وہ سوامی جی کے متعلق الفاظ کا انتخاب میں ٹھوکر کھاتا ہے۔ آجکل ہمارے معاصرین کو سوامی جی سے سخت ناراضگی ہے۔ اس ناراضگی کا اظہار وہ لالہ اور بابو کا لقب دیکر کرتے ہیں غنیمت ہے کہ ان کی ناراضگی یہیں تک محدود ہے لیکن ہم انہیں بتلا دینا چاہتے ہیں۔ کہ اظہار ناراضگی کا یہ احسن طریق نہیں۔ اسکے علاوہ وہ کمزوری کا اظہار بھی ہے۔ کسی قوم کا بزرگ جس نام سے پکارا جاتا ہو۔ اور جس عزت سے یاد کیا جاتا ہو اسی کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرنا چاہیئے۔ سوامی شردھانند جی کو آپ لالہ کہیں یا بابو۔ وہ سوامی ہیں۔ اور ان کا کچھ نہیں بگڑتا۔ لیکن آپ مذاق بد کا ثبوت ضرور دیتے ہیں"

قبل اسکے کہ ہم اس بارے میں آریوں کی بدمذاقی کی طرف "پرتاپ" کو توجہ دلائیں۔ اور جو نصیحت وہ مسلمان اخبارات کو کر رہا ہے۔ وہ آریوں کو کرنے کے لئے کہیں یہ بتا دینا چاہتے ہیں۔ کہ ہم عام طور پر "مہاشہ" کا لقب "سوامی جی" کے نام کے ساتھ استعمال کرتے ہیں۔ اور اسکے متعلق حال ہی میں ٹھاکر دت صاحب مشہور آریہ کا نوٹ غالباً "پرتاپ" میں ہی شائع ہو چکا ہے کہ یہ معزز اور قابل عزت شبد ہے۔

مہاشہ جی مندرجہ بالا ان سطور کو جن پر خط کھینچ دیا گیا ہے مدنظر رکھ کر آریہ گزٹ (۱۹ جولائی) کے حسب ذیل الفاظ ملاحظہ کریں۔

"مرزا منشی غلام احمد قادیانی کے چیلے چانٹے بھی کیسے بیہودہ گو ہیں۔ منشی صاحب نے مسئلہ جہاد کو غیر ضروری بتایا حالانکہ قرآن شریف میں اس مسئلہ کا بار بار ذکر آتا ہے تو ان کے معتقدین نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ جھٹ منشی صاحب کے قول پر آمنا و صدقنا کہدیا۔ منشی صاحب نے حضرت محمد کو خاتم الانبیاء اور خاتم المرسلین مانتے ہی خود بخود بن بلائے مہمان کی طرح مجازی یا بروزی نبوت کا دعویٰ کر دیا۔"

جماعت احمدیہ کی نظر میں حضرت مرزا صاحب کی جو شان اور وقعت ہے۔ اس سے آریہ سماج ناواقف نہیں اور یہ بھی اسے معلوم ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کو دو دوزخشی کے لقب سے پکارے نہیں جاتے۔ باوجود اس کے آریہ پرادیشک پرتھی ندھی سبھا کا اخبار آریہ گزٹ یہ لقب استعمال کرتا ہے۔ کیا یہ اس کی بدمذاقی کا ثبوت اور کمزوری کا اظہار نہیں ہے۔ اور کیا پرتاپ آریہ گزٹ کے متعلق یہ امر تسلیم کریگا۔

مہاشہ شردھانند کی غلط بیانی

آج کل آریہ سماج میں مہاشہ شردھانند کو جو پوزیشن حاصل ہے۔ اور جس میں فتنہ ارتداد کی تحریک نے بہت کچھ اضافہ کر دیا ہے۔ اس کو ایک طرف رکھیئے۔ اور دوسری طرف یہ دیکھئے۔ کہ مہاشہ جی نے ایک معمولی گفتگو میں کیسی صاف اور صریح کذب بیانی سے کام لیا۔ اور پھر خود ہی اسے اپنے اخبار میں شائع کیا ہے۔

ایک نو مسلم بیرسٹر کے اس سوال پر کہ

”کیا وید کسی کو کبھی حفظ ہوئے ہیں؟“

مہاشہ جی نے فرمایا۔

”دیش میں سینکڑوں وید کے حافظ موجود ہیں“

(تیج ۳۰ر جولائی ۲۳ء)

حالانکہ یہ سراسر غلط اور جھوٹ ہے۔ اس وقت تک کوئی ایک بھی ویدوں کا حافظ نہ ہوا ہے۔ اور نہ ہو سکتا ہے۔ اگر مہاشہ جی اپنے اس بیان میں سچے ہیں۔ تو وید کے حافظوں کے نام اور مفصل پتے شائع کر دیں۔ تاکہ تحقیقات کی جا سکے۔

جن لوگوں کے ”سوامی“ اور ”مہاتما“ کی راست بیانی اور صداقت شعاری کی یہ حالت ہو۔ ان کی اپنی حالت جس درجہ افسوسناک ہو سکتی ہے۔ وہ ظاہر ہے۔

جمعیۃ العلماء کی افسوسناک روش

مولویوں کی یہ انجمن جسنے مسلمانوں کو سیاست میں انہماک دیکھ کر سیاسی چولہ پہن لیا تھا۔ اور ہمہ تن سیاست میں غرق ہو کر مذہب کا نام لینا بھی چھوڑ دیا تھا۔ اب فتنہ ارتداد کی طرف مسلمانوں کو متوجہ پاکر سیاسی چولہ کی بجائے مذہبی چوغہ پہننے کا اعلان کر رہی ہے۔ مگر غرض اس سے وہی ہے۔ جو سیاست میں شامل ہونے کی تھی۔ کہ ذاتی اور نفسانی اغراض کو بآسانی پورا کیا جائے۔ ورنہ مذہب نہ پہلے اس کے نزدیک کوئی قابل وقعت چیز تھی۔ نہ اب ہے۔ چنانچہ میدان ارتداد میں نہ صرف یہ لوگ آریوں کا مقابلہ نہیں کر رہے۔ بلکہ جو لوگ اس کام میں مشغول ہیں ان کے رستہ میں مشکلات پیدا کر رہے ہیں۔ اور چونکہ علاقہ ارتداد میں سب سے زیادہ احمدی مبلغ ہیں۔ اس لئے جمعیۃ العلماء سے سب سے زیادہ تصادم ہم سے ہی ہوتی رہتی ہے۔ ابھی پرچم کے متعلق ہم احمدی مجاہدین کے امیر جناب چودھری فتح محمد خاں صاحب ایم۔ اے کا مضمون شائع کر چکے ہیں۔ ان لوگوں کا یہ طرز عمل نہایت ہی افسوسناک اور نقصان رساں ہے۔ اور یہ ہم ہی نہیں کہتے۔ مسلمان اخبارات میں ایک مضمون مسعود الرحمن صاحب ندوی کا شائع ہوا ہے۔ جس میں اس جمعیۃ کی کارروائیوں پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ

”مسئلہ انسداد ارتداد میں نہ جمعیۃ العلماء۔ جمعیۃ بریلوی سے ملکر کام کر سکتی ہے۔ نہ قادیانی وفود کو میدان ارتداد میں کام کرنے دیتی ہے“ (وکیل ۱۹ پیسہ یکم اگست)

اس شہادت سے ظاہر ہے۔ کہ احمدی مبلغ میدان ارتداد میں کسی سے مقابلہ نہیں کرنا چاہتے لیکن جمعیۃ العلماء خواہ مخواہ ان کو تنگ کر رہی ہے اور تبلیغ کے رستہ میں روکاٹیں ڈال رہی ہے۔

کیا علماء کی اس جمعیۃ کے لئے یہ شرم کا مقام نہیں۔ کہ دشمنان اسلام کا مقابلہ کرنے کی بجائے مجاہدین اسلام کے درپے آزار ہو رہی ہے یہ اشاعت اسلام کیلئے نہایت وسیع میدان پڑا ہے۔ اگر جمعیۃ العلماء میں کچھ ہمت اور روحانیت ہے تو اس میدان میں کوئی کارنامہ کر کے دکھلائے۔

ایک مولوی کی چال

علاقہ ارتداد کے احمدی مبلغین کے خلاف مولوی صاحبان لوگوں کو بھڑکانے اور اشتعال دلانے کے لئے جو جو چالیں چلتے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ احمدی مبلغ سے مجمل تحریر لکھا کر اس کے ذریعہ ناواقف لوگوں کو مخالفت پر آمادہ کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ اس غرض کیلئے ایک مولوی صاحب نے حسب ذیل رقعہ جناب شیخ غلام احمد صاحب نو مسلم احمدی مبلغ نوگانوں کو لکھا۔

مولوی غلام احمد صاحب۔ السلام علیکم۔

فرمائیں کہ مرزا صاحب مرحوم کو آپ کیا مانتے ہیں۔ بلا دلیل اپنا دعوٰے تحریر فرمائیں۔ دلیل بعد میں طلب کی جائیگی۔

بغرض اخفاء تبادلہ خیالات تحریراً کر لینا اچھا معلوم ہوتا ہے۔ کما لا یخفی علی المقامل الصادق زیادہ والسلام علیکم

راقم محمد عبد الکریم عفی عنہ مبلغ فتنہ ارتداد

اگر مولوی صاحب کو ذاتی طور پر تبادلہ خیالات کرنے کی خواہش ہوتی۔ اور ان کی نیت میں کوئی فتور نہ ہوتا تو وہ ملکر پوچھ سکتے تھے۔ مگر انہوں نے اسی گاؤں میں ہوتے ہوئے ایک معرکۃ الآرا اختلافی مسئلہ کا تحریری مگر بغیر دلیل جواب طلب کیا۔ جس کی غرض سوائے اس کے اور کچھ نہ تھی۔ کہ احمدی مبلغ کی تحریر ان کے قبضہ میں آجائے اور اس کے ذریعہ لوگوں کو ورغلانے کی کوشش شروع کر دیں۔ اور اس چال کو ”بغرض اخفا“ قرار دیکر احمدی مبلغ کو غفلت میں رکھنا چاہا۔

افسوس ان لوگوں کی حالت کس درجہ گر گئی ہے۔ مخالفین اسلام کی کوششوں اور منصوبوں کو باطل کرنے کی تجاویز سوچنے اور ان پر عمل کرنے کی بجائے اندرونی اختلافات کو بڑھانے اور فتنہ انگیزی کے لئے مواد جمع کرنے میں ان کی دماغی قابلیت صرف ہو رہی ہے۔ اگر ان لوگوں کی حالت یہاں تک نہ پہنچ جاتی۔ تو فتنہ ارتداد ہی کیوں اٹھتا

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

خطبہ جمعہ

جماعت احمدیہ بچپن کی حالت میں

ہر کام میں نگران کی ہدایات کی پابندی کرو

فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

۳ اگست ۱۹۲۳ء

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

ہر ایک چیز جو دنیا میں پائی جاتی ہے۔ وہ اپنے ساتھ کچھ خصوصیات رکھتی ہے۔ اور جب تک ان خصوصیات کو مدنظر نہ رکھا جائے۔ اور ان کی نگہداشت نہ کی جائے وہ چیز فنا ہو جاتی ہے۔ اور ہر چیز مختلف اوقات میں

مختلف خصوصیات

رکھتی ہے۔ اگر ان خصوصیات کی نگہداشت نہ ہو۔ تو اس وقت ہلاک ہو جاتی ہے۔ انسان ہی کو لے لو۔ اسکی مختلف حالتیں ہوتی ہیں۔ کسی وقت اور حالت میں ہوتا ہے۔ اس وقت اس کی خصوصیات اور ہوتی ہیں۔ کسی وقت اس سے مختلف حالت میں ہوتا ہے اس وقت اسکی خصوصیات بھی مختلف ہو جاتی ہیں جب

اولاد باپ کے جسم میں

ہوتی ہے۔ اس وقت اس کی غذائیں اور ہوتی ہیں۔ اور اس وقت اسکی نگہداشت کیلئے اور چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ پھر جب

بچہ ماں کے پیٹ میں

چلا جاتا ہے۔ تو اسکی پہلی حالت بدل جاتی ہے بعض انسان ایسے ہوتے ہیں۔ جو کہ بعض غذاؤں کے کھانے یا بعض بد پرہیزیوں کے کرنے سے ان کے وہ جرم مرجاتے ہیں۔ جن سے اولاد پیدا ہوتی ہے۔ مگر جب ماں کے پیٹ میں بچہ چلا جاتا ہے۔ تو وہ غذائیں اور بد پرہیزیاں ماں کے پیٹ میں بچہ کو ضرر نہیں پہنچا سکتیں بلکہ اس وقت اور احتیاطوں اور پرہیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر وہ نہ کئے جائیں۔ تو بچہ ضائع ہو جاتا ہے۔ باپ کتنا اچھلے کودے۔ اس کے جسم سے اچھلنے کودنے کی وجہ سے اولاد پیدا ہونے کا مادہ ضائع نہیں ہوگا۔ لیکن جب بچہ ماں کے پیٹ میں چلا جائے تو ماں کے لئے اتنی احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ کہ کہیں اونچا نیچا قدم نہ پڑ جائے۔ اب چونکہ بچہ کی حالت بدل گئی۔ اس لئے احتیاطیں بھی بدل گئیں۔ غذائیں بدل گئیں۔ وہ ادویات جو مرد کھا کر قوت حاصل کرتے ہیں۔ وہ اگر عورت کھائے۔ تو بچہ ضائع ہو جائے۔

پھر جب

بچہ پیدا ہوتا ہے

تو حالت اور ہو جاتی ہے۔ ابھی چند منٹ پہلے اگر کسی ذریعہ سے ہوا کا جھونکا بچہ کے ناک تک پہنچا دیا جاتا تو وہ مرجاتا۔ لیکن پیدا ہونے کے بعد اگر معاً اس کے پھیپھڑوں میں ہوا نہیں جاتی۔ تو مرجاتا ہے۔ پہلے وہ ایک اندھیری کوٹھڑی میں رہتا تھا۔ اگر وہاں سے اسے جدا کیا جاتا۔ تو مرجاتا۔ لیکن اب اگر اسے اندھیری جگہ میں رکھا جاتا ہے۔ تو مرجاتا ہے پہلے جس جگہ وہ رہتا تھا۔ اس کو اگر خشک کر دیا جاتا۔ تو مرجاتا۔ لیکن اب اگر اسے بھگو کر رکھا جاتا ہے۔ تو نمونیہ ہو کر مرجاتا ہے تو حالات بالکل بدل گئے جب بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے۔ اس وقت اگر کسی طرح غذا اس کے پیٹ میں پہنچا دیجائے۔ تو مرجائے گا لیکن جب پیدا ہو جائے اس وقت اگر غذا نہ دیجائے۔ تو مرجائیگا چند سکنڈ ماں کے پیٹ سے باہر آنے میں بچہ کو لگتے ہیں۔ لیکن اسی میں حالت بالکل بدل جاتی ہے۔ پیدا ہونے سے قبل بعض احتیاطوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ اگر نہ کی جائیں۔ تو بچہ مرجاتا ہے لیکن پیدا ہونے کے بعد اور احتیاطوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ اگر نہ کی جائیں۔ تو بچہ ہلاک ہو جاتا ہے۔

پھر **بچپن کی حالت**

ہوتی ہے۔ دودھ پینے کی حالت میں اگر بچہ کو کوئی روٹی یا بوٹیاں کھلائے۔ تو وہ مرجائیگا بچہ میں خود تو چبانے کی طاقت نہیں ہوتی۔ لیکن اگر کوئی بیوقوف ماں یا رشتہ دار چبا کر بچہ کے منہ میں ڈالدے۔ تو وہ بیمار ہو کر مرجائیگا۔ مگر بڑے ہو کر اگر اسے صرف دودھ پر رکھا جائے۔ تو مرجائیگا۔ کیونکہ جب بچہ تھا اس وقت اس کی غذا دودھ تھی جب دانت نکل آئے۔ تو اور غذا ہو گئی۔ اس وقت دودھ پر وہ گذارہ نہیں کر سکتا۔ لیکن بچپن میں وہ ان غذاؤں پہ گزارہ نہیں کر سکتا تھا۔

اس کے بعد پھر اور تغیر ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہ بچہ کو اگر آزاد نہ چھوڑا جائے تو وہ

دماغی ترقی

نہیں کر سکتا۔ اس وقت ضرورت ہوتی ہے۔ کہ بچہ آزاد چھوڑا جائے۔ تاکہ وہ کھیلے کودے۔ مگر کچھ عرصہ بعد ایک اور زمانہ آتا ہے۔ اس وقت اگر اس کا دماغ کسی خاص طرف نہ لگایا جائے۔ تو وہ بالکل غبی اور کند ذہن ہو جاتا ہے۔ وہی بچہ جسے پانچ چھ سال پہلے اگر کسی دماغی کام پر لگایا جاتا۔ تو اس کا دماغ خراب ہو جاتا۔ اسی کو اگر آٹھ دس سال کی عمر میں دماغی کام پر نہیں لگایا جاتا۔ تو اس کا دماغ خراب ہو جاتا ہے کیسی الٹ بات ہے پھر بچہ اس سے اوپر ترقی کرتا ہے۔ اور

بالغ کامل

ہو جاتا ہے۔ اس زمانہ میں اور پہلے زمانہ میں عظیم الشان فرق ہوتا ہے پہلے زمانہ میں تو اس کے متعلق احتیاط یہ تھی۔ کہ اسے اپنے اندر بڑھنے اور مضبوط ہونے دیا جائے اس کے والدین اس کے استادوں اور نگرانوں کی یہ کوشش ہوتی ہے۔ کہ اس کے اندر ترقی ہو۔ اور اگر وہ جہالت یا غلطی یا بد صحبت کی وجہ سے اپنی طاقتوں کو خرچ کرتا ہے۔ تو اس کی صحت خراب ہو جاتی ہے۔ لیکن جب بالغ ہو جاتا ہے۔ اس وقت اگر اپنی ان طاقتوں کو خرچ نہ کرے بلکہ بند رکھے۔ تو اسکی صحت خراب ہو جاتی ہے۔ کتنا بڑا تغیر ہے اس کے بعد ایک اور زمانہ آتا ہے۔ یعنی جوانی کے بعد

ادھیڑ عمر

جوانی میں اگر اپنی طاقتوں کو صرف کرنے سے پرہیز کرتا ہے۔ تو اس کی صحت کمزور ہو جاتی ہے۔ اور مختلف قسم کے بوجھ اٹھانے کی طاقت اس میں پیدا نہیں ہوتی۔ اسی طرح اب اگر غذا میں کھانے پینے میں پرہیز نہیں کرتا تو اس کی صحت کو نقصان پہنچتا ہے جس طرح جوانی میں اگر احتیاط کرتا تو نقصان ہوتا۔ جو لوگ جوانی میں بہت پرہیز کرتے ہیں۔ وہ ادھیڑ عمر میں بہت کمزور ہو جاتے ہیں۔

تو جوانی کے بعد ادھیڑ عمر کا زمانہ آتا ہے۔ اس میں ایک اور تغیر پیدا ہو جاتا ہے۔ جوانی میں اگر مجاہدات کی ضرورت ہوتی ہے کہ ان کے ذریعہ ترقی ہوتی ہے۔ تو اب یہ ضرورت ہوتی ہے کہ انسان نفس کی طاقت کو قائم رکھے۔ ورنہ نقصان پہنچتا ہے۔

پھر انسان

بوڑھا

ہو جاتا ہے۔ اس حالت میں ایک اور تغیر آتا ہے اور وہ یہ کہ پہلے تو پرہیز کرنے کی ضرورت ہوتی تھی۔ مگر اب قدرتی طور پر ایسے سامان پیدا ہو جاتے ہیں کہ اگر انسان بد پرہیزی کرنا بھی چاہے تو نہیں کر سکتا۔ دانت ٹوٹ جاتے ہیں۔ ناک اور کام کرنے کی قوتیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ اور نہ صرف جسمانی طور پر بلکہ عقلی اور روحانی حالت کے لحاظ سے بھی انسان ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت ہی قائم رکھے تو رہ سکتا ہے۔ اسی لئے

جسمانی اور روحانی انسانوں میں فرق

ہوتا ہے۔ جسمانی انسان جتنے بوڑھے ہوتے ہیں۔ اتنی ہی ان کی طاقتیں کمزور اور قابلیتیں زائل ہوتی جاتی ہیں۔ لیکن جو روحانی انسان ہوتے ہیں۔ ان کی طاقتوں میں ترقی ہوتی جاتی ہے۔ جسمانی انسان بڑھاپے میں علم بھی بھول جاتے ہیں۔ اور وہ عالم نہیں رہتے۔ لوگوں کو فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ لیکن روحانی انسان جتنے بوڑھے ہوتے ہیں۔ اتنی ہی زیادہ ان کے علوم میں ترقی ہوتی ہے۔ اور وہ دنیا کے لئے زیادہ نفع رساں ہوتے ہیں۔ یورپ میں سائنس دان جب بوڑھے ہو جاتے ہیں تو پھر ان کی وہ قدر نہیں رہتی۔ جو جوانی کے ایام میں ہوتی ہے۔ اور ان کے متعلق کہدیا جاتا ہے۔ کہ یہ پرانے لوگ ہیں۔ مگر نبی جتنے بوڑھے ہوتے ہیں۔ اتنے ہی زیادہ فیوض دنیا کو پہنچاتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود ۷۴ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ گو آپ کی ابتدائی کتابیں بھی بے نظیر ہیں۔ مگر پہلی اور آخری کتابوں میں وہی نسبت معلوم ہوتی ہے۔ جو سورج کے مقابلہ میں ستاروں کو ہے۔

میں نے بڑے بڑے مصنفوں کی کتابوں کے متعلق رائیں پڑھی ہیں۔ اور مجھے شروع سے شوق رہا ہے کہ مصنفوں کے حالات پڑھوں۔ میں نے دیکھا کہ بڑے بڑے مصنفوں کی جتنی بڑی اور مشہور کتابیں ہیں۔ وہ ان کے جوانی کے زمانہ کی لکھی ہوئی ہیں۔ مگر نبیوں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ سب سے آخری کتاب اس سے پہلی سے زیادہ شاندار ہوتی ہے۔ اور اس سے پہلی اپنے سے پہلی سے۔

یہ تو میں نے

تغیرات کی موٹی موٹی باتیں

بیان کی ہیں۔ ورنہ ہر لمحہ اور ہر لحظہ میں تغیر ہوتا ہے۔ اور اگر ان احتیاطوں کو مدنظر نہ رکھا جائے۔ جو اسوقت ضروری ہوتی ہیں۔ تو انسان ترقی نہیں پا سکتا۔ مثلاً جب انسان باپ کے جسم میں ہوتا ہے۔ اسوقت اگر وہ احتیاطیں نہ کی جائیں۔ جن سے نطفہ پیدا ہوتا ہے۔ تو انسان پیدا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ نطفہ ساتھ کے ساتھ مرتا جاتا ہے۔ اسی طرح جب بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے۔ اسوقت اگر ضروری احتیاطیں نہ کی جائیں۔ تو ماں کے پیٹ میں ہی مر جائیگا۔ اور دنیا میں نہ آئیگا۔ پھر جب پیدا ہوتا ہے اسوقت اگر مناسب احتیاطیں نہ کی جائیں یا وہ احتیاطیں کی جائیں۔ جو بلوغت میں کرنی چاہئیں تو بھی نہیں بچیگا۔ یا پھر جب اسکے دانت نکل آئیں۔ اسوقت اس کے لئے وہ احتیاطیں کی جائیں۔ جو دودھ پیتے بچے کے لئے ضروری ہوتی ہیں۔ یا بلوغت کے قریب پہنچے ہوئے بچے کے لئے۔ تو یا تو وہ مر جائیگا۔ یا اس کی جسمانی اور دماغی حالت بہت کمزور ہو جائیگی۔ پھر جب وہ بلوغت کو پہنچے۔ اسوقت اگر وہ احتیاطیں کی جائینگی۔ جو بھر پور جوانی میں کرنی چاہئیں۔ یا جو بچپن کے لئے مناسب ہیں۔ تو یا تو اس کا جسم ضائع ہو جائیگا۔ یا روح ضائع ہو جائیگی۔ یہی ہر حالت کا حال ہے۔ تب ہی اور صرف تبھی ترقی ہو سکتی ہے۔ جبکہ ہر زمانہ کے حالات کو مدنظر رکھا جائے۔ اور ان کے مطابق پرہیز کیا جائے۔

جس طرح انسانوں میں یہ تغیرات ہوتے ہیں۔ اسی طرح قوموں میں بھی ہوتے ہیں۔

قوموں کی حالت

بھی ایک وقت نطفہ کی ہوتی ہے۔ قومیں بھی ماں کے پیٹ میں بچہ کی طرح ہوتی ہیں۔ قومیں بھی بالغ ہوتی ہیں۔ ادھیڑ عمر کو پہنچتی ہیں۔ بوڑھی ہو جاتی ہیں۔ اور اس حالت کو بھی پہنچ جاتی ہیں کہ جس طرح کہتے ہیں فلاں انسان مر گیا۔ اسی طرح قومیں بھی مر جاتی ہیں۔ اور جس طرح انسانوں سے مختلف حالات میں مختلف سلوک ہوتا ہے۔ اسی طرح قوموں کے لئے بھی ایسا ہی ہونا ضروری ہے ورنہ اگر نگران اس بات کا خیال نہ رکھیں۔ تو قومیں بھی ترقی نہیں کرتیں۔ بلکہ مر جاتی ہیں۔

ہماری جماعت

خدا تعالیٰ کی قائم کردہ جماعت

ہے۔ اور خدا تعالیٰ کا قانون جس طرح اوروں پر چلتا ہے۔ اسی طرح ہمارے اوپر بھی چلتا ہے۔

تغیر جیسے میں نے جو کچھ سنایا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا قانون ہے۔ کسی بندہ کا بنایا ہوا نہیں۔ اگر کسی بندہ کا بنایا ہوتا۔ تو انسان چونکہ وہ حکمتیں نہ سمجھتے۔ جو خدا تعالیٰ نے اس قانون میں رکھی ہیں۔ اسلئے وہ تو یہی تجویز کرتے۔ کہ ماں کے پیٹ سے بچہ پیدا ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ یونہی پیدا ہو جایا کرے۔ پھر بچپن کی حالت کی کیا ضرورت ہے۔ پورا انسان پیدا ہو جائے۔ پھر کہتے موت کی کیا ضرورت ہے۔ انسان ہمیشہ زندہ ہی رہے۔ حالانکہ انسان کی ساری ترقی انہی تغیرات پر ہے۔ ان تغیرات کو اگر اٹھا دیا جائے۔ تو ساری ترقی بیخ و بن سے اکھڑ

جاتی ہے ۔

پس خدا تعالیٰ نے یہ قانون بنایا ہے ۔ اور جس طرح یہ قانون انسانوں کے لئے ہے ۔ اسی طرح قوموں کے لئے بھی ہے ۔ اور اس سے ہم آزاد نہیں ہو سکتے ۔ بندوں کے قانون سے آزاد ہو سکتے ہیں ۔ لیکن خدا کے قانون سے آزاد نہیں ہو سکتے ۔ اگر افغانستان کی حکومت کوئی قانون بناتی ہے ۔ تو ہم اس کی پابندی سے آزاد ہو سکتے ہیں کیونکہ ہم انگریزوں کے ماتحت رہتے ہیں ۔ اور اگر انگریز کوئی ایسا قانون بناتے ہیں ۔ جس کی پابندی ہم نہیں کرنا چاہتے ۔ تو اس ملک کو چھوڑ کر عرب ۔ افغانستان وغیرہ ممالک میں جا سکتے ہیں ۔ اسی طرح اور ممالک میں ہو سکتا ہے ۔ اور بعض جگہ تو وہ قانون ہی بدل دیا جا سکتا ہے ۔ جو ناقابل عمل ہو ۔ اور یہ اسی جگہ ہو سکتا ہے ۔ جہاں رعایا کو آزادی حاصل ہو ۔ مگر یہ

خدا کا قانون

ہے ۔ اس کو کوئی بدل نہیں سکتا ۔ اور جب تک اس کے ماتحت اپنی زندگی کو نہیں لاتا ۔ کسی قسم کی ترقی نہیں کر سکتا ۔ خدا تعالیٰ نے کامل انسان کی مثال نطفہ سے دی ہے ۔ جیسے سورہ مومنون میں بیان فرمایا ہے ۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وضاحت سے اس کی تفصیل براہین احمدیہ حصہ پنجم میں فرمائی ہے ۔ قومیں نطفہ کی طرح ہوتی ہیں ۔ اور پھر اس سے ترقی کرتی ہیں ۔ اور ان کے لئے اسی طرح حالات بدلتے رہتے ہیں ۔ جس طرح نطفہ کے لئے ۔ اور اس کے بغیر کوئی ترقی نہیں کر سکتی

ہماری جماعت کی حالت

بھی ایسی ہے ۔ کہ یہ ان مدارج میں سے گذر رہی ہے ۔ ابھی وہ اس سے گذر رہی ہے ۔ اور ان حالات میں سے نہیں گذر چکی ۔ جن میں سے گذرنا کمال تک پہنچنے کے لئے ضروری ہے ۔ اس کی حالت بچہ کی سی ہے ۔ مگر اس نکتہ کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بہت سے لوگ [illegible] روایات لاتے ہیں ۔ یا بعض جانتے ہیں جو ایمان لاتی ہیں ۔ کہتی ہیں ۔ جس دن ہم نے بیعت کی ۔ اسی دن کامل ہو گئے ۔ حالانکہ یہ ایسی ہی بات ہے ۔ جیسا کہ کہا جائے ۔ جس دن بچہ نے پیدا ہو کر سانس لیا ۔ اسی دن کامل انسان ہو گیا ۔ لیکن کیا وہ بچہ جو آج پیدا ہو ۔ وہ اور وہ جو ماں باپ اور استادوں کی تربیت میں کئی سال رہا ہو ۔ برابر ہو سکتے ہیں ۔ میں نے ابھی بتایا ہے ۔ کہ مختلف تغیرات میں مختلف حالات ہوتے ہیں ۔ اور جب تک کوئی ان حالات میں سے نہ گذرے ۔ ترقی نہیں کر سکتا ۔ دیکھو ایک وقت کہا جاتا ہے ۔ کہ اب بچہ کو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ۔ خود کھاتا کماتا ہے ۔ مگر ایک وقت وہ ہوتا ہے ۔ کہ ماں کو کہا جاتا ہے ۔ کسی وقت بچہ کو اکیلا نہ چھوڑے ۔ پھر ایک وقت تو اتنا بھی پسند نہیں کیا جاتا ۔ کہ ماں بچہ کو چھوڑ کر دوسرے کمرہ میں چلی جائے ۔ مگر ایک وقت آتا ہے ۔ جب پسند ہی نہیں کیا جاتا ۔ بلکہ ضروری قرار دیتے ہیں کہ لڑکا بیوی کو لے کر الگ رہے ۔ یہی حالت روحانیت کی ہوتی ہے ۔ اس میں بھی جب تک انسان مختلف تغیرات میں سے نہ گذرے ۔ کامل نہیں ہو سکتا ۔ دنیاوی علوم کے لحاظ سے خواہ کوئی بی اے یا ایم اے ہو جائے ۔ مگر روحانیت میں اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتا ۔ جب تک

روحانیت کے لئے کوشش

شروع نہ کرے ۔ اور وہ بھی لمبے عرصہ کے بعد کامل ہو گا جس طرح دنیاوی علوم لمبے عرصہ اور محنت کے بعد اور استادوں کی نگرانی میں انسان سیکھتا ہے ۔ اسی طرح روحانیت بھی لمبے عرصہ میں محنت کرنے اور روحانی انسانوں کی نگرانی میں رہنے سے حاصل ہو سکتی ہے ۔ اور کوئی شخص اس قانون کو چھوڑ کر کامیاب نہیں ہو سکتا اگر کوئی پہلے دن ایم اے کی کتابیں لیکر پڑھنا سیکھے ۔ تو ساری عمر خرچ کر دینے پر بھی کچھ نہ سیکھ سکیگا ۔ پہلے وہ الف ب شروع کرے پھر الفاظ سیکھیگا ۔ پھر فقرے بنائیگا ۔ اور اس طرح آہستہ آہستہ ترقی کرتا جائے گا ۔ اور چھوٹے چھوٹے جوڑ کر عبارت تیار کریگا ۔ اور ایم اے یا مولوی کہلائیگا ۔ ورنہ اگر وہ کہے ۔ کہ اس قانون پر عمل کئے بغیر ایم اے بن جاؤں تو ناکام رہے گا ۔

اسی طرح روحانی حالت میں ہوتا ہے ۔ پہلے انسان کو اپنے نفس پر ایسے قانون جاری کرنے پڑتے ہیں ۔ جیسے چھوٹے بچہ پر جاری ہوتے ہیں ۔ پھر ترقی کرتا ہے اور جوں جوں حالات بدلتے جاتے ہیں ۔ اس کے لئے پابندیاں بھی بدلتی جاتی ہیں ۔ ابتدائی حالت میں اس کا یہ کہنا کہ فلاں کی یہ حالت ہے ۔ میں بھی کیوں اسی طرح نہ کروں ۔ نادانی ہو گی ۔ دیکھو باپ جب بچہ کو کہے ۔ کہ میری اجازت لیکر باہر جایا کرو ۔ تو کیا بچہ کا یہ کہنا کہ تم کس کی اجازت سے جاتے ہو ۔ درست ہو سکتا ہے ۔ بات یہ ہے ۔ کہ باپ تو وہ زمانہ گذار چکا ہے ۔ جب اجازت لینے کی ضرورت تھی ۔ اور اب اسے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ۔ لیکن بچہ کا اب وہ زمانہ ہے ۔ اسی طرح قوموں کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ جب تک ان کی حالت بچپن کی سی ہو ۔ وہ اپنے چھوٹے چھوٹے کاموں میں بھی اس سے ہدایات لیں ۔ جس کے سپرد ان کی نگرانی ہو ۔ اور پھر کوئی کام کریں ۔ جب تک کسی

قوم کی روایات

قائم نہ ہوں ۔ اس وقت تک اسے ہدایات کی سخت پابندی کرنی چاہیئے ۔ جو بچہ اپنے نگرانوں کی ہدایات پر عمل کرنے کی بجائے جوان آدمی کی نقل کرنے لگیگا ۔ وہ ہلاک ہو گا اسی طرح وہ قوم جس کے لئے اس کی روایات نہیں ۔ اور مثالیں موجود نہیں ۔ وہ اگر کسی جوان قوم کی نقل کریگی تو تباہ ہو گی ۔ مگر افسوس کہ بہت لوگ اس بات کو سمجھتے نہیں ۔ اور جانتے نہیں کہ کوئی قوم قوم نہیں بن سکتی ۔ جب تک

سخت مجاہدات کر کے جوانی کی عمر تک اسے نہ پہنچا دیں۔ جب قوم جوانی کی حالت کو پہنچ جائیگی۔ قانون بن جائیں گے۔ روایات قائم ہو جائینگی۔ تو پھر اس قدر پابندیوں اور اس قدر نگرانی کی ضرورت نہ رہیگی۔ دیکھو اگر دو جوان آدمیوں کو کسی جگہ بٹھا دیں۔ تو وہ آپس میں نہیں لڑینگے۔ لیکن اگر دو بچے بیٹھے ہوں گے۔ تو جھٹ لڑنا شروع کر دیں گے۔ وجہ یہ کہ ان کی تربیت نہیں ہوئی ہوتی۔ اور وہ

نگرانی کے محتاج

ہوتے ہیں۔ اور جب تربیت میں سے انسان گذر جاتا ہے۔ تو پھر اسے خیال ہی نہیں ہوتا۔ کہ کسی بات کی پابندی کر رہا ہوں۔ کیونکہ وہ عادی ہو جاتا ہے مثلاً چھوٹا بچہ جب منڈیر پر جھانکے۔ اور ماں باپ روکیں۔ تو روتا ہے۔ اور سمجھتا ہے۔ کہ مجھ پر جبر کرتے ہیں۔ مگر کیا بڑے جھانکا کرتے ہیں۔ کیوں۔ ؟ ان کو کوئی روکتا نہیں۔ اور حکم نہیں دے رہا ہوتا۔ کہ مت جھکو۔ لیکن وہی بچپن کا حکم ان کے پیش نظر ہوتا ہے۔ اور اس حکم کی غیر معلوم آواز کے وہ پابند ہوتے ہیں۔

ہماری جماعت اگر ترقی کرنا چاہتی ہے۔ تو اس کے لئے ضروری ہے۔ کہ سخت مجاہدات کر کے اپنے آپکو جوانی کے مقام پر پہنچائے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ لوگ چھوٹی چھوٹی پابندیوں پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ حریت کا لفظ انہوں نے سنا ہوا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں۔ اگر اب ہم نے اسے استعمال نہ کیا تو اور کس وقت کریں گے۔ مگر ان کی حریت ایسی ہی ہوتی ہے۔ جیسے علاقہ ملکانہ سے ایک شخص نے لکھا۔ کہ ادھر تو احمدی ایسا ہی نہیں۔ سب غیر احمدی اور ہندو ہیں۔ میں حکم کے ماتحت یہاں ٹھہرا ہوا ہوں۔ مگر خیال آتا ہے کہ قرآن کریم کا یہ حکم کہ لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ کس وقت کے لئے ہے۔ اس کو اس حکم کا وہی موقع نظر آیا۔

اس وقت ہماری جماعت جس حالت میں سے گذر رہی ہے۔ اس میں اسے پابندیوں کی سخت ضرورت ہے۔ پس میں اپنی جماعت کو یہی نصیحت کروں گا۔ کہ

اگر تم ترقی اور کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہو۔ تو

تربیت کے ماتحت

رہ کر ہی حاصل کر سکتے ہو۔ جب تک پابندیوں کیلئے تیار نہ ہو گے۔ اور جب تک احکام کے جوئے کے نیچے گردن نہ رکھدو گے۔ کچھ ترقی نہ کر سکو گے بیشک جوا پہلے پہل بوجھل لگتا ہے۔ مگر جب عادت ہو جائے۔ تو پھر اس کا احساس بھی نہیں رہتا۔ دیکھو بچوں کو بمشکل جوتی پہنائی جاتی ہے۔ گھر میں بچوں کو جب جوتی پہناتے ہیں۔ تو وہ پھینک کر باہر بھاگ جاتے ہیں۔ اور جب زور دیا جائے۔ تو ان کے چہرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے بڑی پابندی سمجھ رہے ہیں۔ لیکن بڑے آدمی کو کہو کہ جوتی نہ پہنے تو وہ کہیگا یہ بدتہذیبی ہے۔ اسی طرح نیک کام کا بھی جب انسان عادی ہو جاتا ہے۔ تو پھر اسے اس کی پابندی گراں نہیں گذرتی۔ حضرت مسیح کہتے ہیں موت کے لئے روح تو تیار ہے۔ مگر جسم تیار نہیں کیونکہ اس کا عادی نہیں تھا۔ چاہئے کہ ہماری جماعت کے افراد خواہ وہ قادیان میں رہتے ہوں یا باہر اپنے آپکو ہر بات میں

ہدایات اور قوانین کا پابند

بنائیں۔ اور اس کی ایسی عادت ڈالیں۔ کہ ان کو قوانین معلوم ہی نہ ہوں۔ دیکھو بچے ننگے پاؤں پھرتے ہیں مگر بڑے ہو کر نہیں چاہتے۔ کہ جوتی نہ پہنیں۔ بچے پڑھنے سے بھاگتے ہیں مگر بڑے ہو کر پڑھتے ہیں۔ کیونکہ اسی میں فائدہ سمجھتے ہیں تمہاری یہی حالت ہو۔ اور اب اگر ہدایات کی پابندی کی عادت ڈالو گے۔ تو پھر ان کی پابندی کرنے میں کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ عادت تو بری بھی جسکو پڑ جاتی ہے سو وہ کرتا رہتا ہے۔ پھر اگر نیکی کی عادت ڈالو گے تو وہ کیوں اچھی نہ لگیگی۔ پس پورے طور پر

قوانین کے فرمانبردار

بنجاؤ۔ اور اطاعت کی عادت ڈالو۔ ورنہ یاد رکھو قطعاً ترقی نہ حاصل ہوگی۔ قوانین کی پابندی چھوڑ کر نہ پہلے کسی قوم نے ترقی کی ہے۔ نہ اب کر سکتی ہے۔ پیغمبر اپنے زمانہ کی پابندیوں کو مد نظر رکھنے کی وجہ سے

فتنۂ ارتداد میں ہندو حکام کا حصہ

ایک نائب تحصیلدار کی بیجا کارروائی

موضع پرکھم ضلع متھرا میں جہاں ہمارے مبلغ چار ماہ سے کام کر رہے ہیں۔ اور جہاں کے مرتدین میں سے بہت سے لوگ واپس مسلمان ہونے کو تیار تھے۔ مگر بیرونی دباؤ نے ان کو خاموش کر دیا۔ آریوں کے ایجنٹ ایک شخص گنگا دھر نام نے ہمارے مبلغ مولوی محمد الدین صاحب کو گالیاں دیں۔ اور مارنے کی دھمکی دی۔ اور کہا یہاں سے نکل جاؤ۔ جب وہ نہ نکلے تو ان مسلمانوں کو جو گاؤں میں غریبانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ مجبور کیا۔ کہ اگر تم یہاں رہنا چاہتے ہو۔ تو مولوی کو نکالدو۔ اس دھمکی سے مرعوب ہو کر مسلمانوں نے مولوی صاحب کو اپنے ہاں رکھنے سے جواب دیدیا اور وہ قریب کے ایک دوسرے گاؤں میں رات کو رہنے لگے۔ اس واقعہ کی رپورٹ جب حکام کو ہوئی۔ تو جناب نائب تحصیلدار صاحب جو ہندو ہیں۔ تحقیقات کیلئے تشریف لائے۔ انہوں نے جس طریق پر کارروائی کی وہ مولوی صاحب کی حسب ذیل تحریر سے ظاہر ہو سکتی ہے۔ مولوی صاحب لکھتے ہیں۔

۲۴ر جولائی ۱۹۲۳ء بوقت ۵ بجے شام نائب تحصیلدار صاحب متھرا سے پرکھم میں آئے۔ شدھی والوں واہل دہ ہندو وغیرہ کو بلایا۔ مجھے اور دیگر مسلمانوں کو اس وقت بلایا گیا۔ جبکہ ہندو اور شدھی والے (اور ایک پنڈت آریہ جو یہاں ارتداد کا کام کرتا ہے۔ اور جو نائب تحصیلدار صاحب کے پاس کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔) بیٹھے تھے۔ مجھ سے سوال کیا گیا۔ کہ کیا معاملہ ہے۔ اور تم کو کس نے نکالا۔ اور کس نے زیادتی کی ہے۔ میں نے سب حقیقت بیان کی۔ انہوں نے کہا تم اپنا تحریری بیان دو۔ قلم دوات اور کاغذ مجھے دیا گیا۔ میں نے اپنا یہ بیان لکھدیا کہ مجھکو گنگا دھر نے گالی گلوچ کی۔ اور کہا کہ تم یہاں سے چلے جاؤ

ورنہ مارے جاؤگے۔ اور مالک مکان کو جن کے ہاں میں
پرکھم میں رہتا تھا۔ کہا کہ تمہاری بھی بے عزتی ہوگی۔
اور تم کو بھی پیٹا جائیگا۔ اس کو نکال دو۔ چنانچہ مالک
نے مجھکو کہا کہ تم چلے جاؤ۔ گاؤں والے ناراض ہوتے
ہیں۔ میں بموجب اپنے افسر صاحب کے حکم جمال پور
چلا گیا۔ اس کے بعد گنگا دھر سے پوچھا گیا۔ اس نے
کہا کہ میں نے گالی گلوچ نہیں کی بلکہ یہ کہا ہے کہ چلے
جاؤ۔ ہم لوگ شدھی ہو گئے ہیں۔ اب تمہارا کوئی
کام نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی آدمی تمہاری بے عزتی کردے
پھر مجھ سے پوچھا۔ تمہارا کوئی گواہ ہے۔ میں نے کہا
کہ آدمی تو اس وقت کئی موجود تھے۔ (جن کے نام
میں نے لکھدئے) مگر ممکن نہیں کہ وہ میری شہادت
دیں۔ کیونکہ میں پردیسی ہوں۔ اور وہ لوگ گاؤں
والوں کا لحاظ کرتے ہیں۔ اس کے بعد شدھی والوں
اور بنئے وغیرہ سے نائب تحصیلدار نے پوچھا کیا
تم چاہتے ہو کہ مولوی صاحب یہاں رہیں۔ انہوں نے
کہا۔ نہیں ہم نہیں چاہتے۔ ان کے نام لکھے گئے اور
دستخط کرائے گئے۔ اس کے بعد مسلمانوں سے پوچھا
گیا۔ کہ تم مولوی صاحب کو یہاں رکھنا چاہتے ہو
اور تم کو کچھ فائدہ ہے۔ مسلمانوں نے کہا کہ ہم کو فائدہ
ہے۔ ہمارے بچے ان کے پاس پڑھتے ہیں۔ اگرچہ
ہم کو گاؤں والے تکلیف دیتے ہیں۔ مگر ہمارا اللہ رازق
ہے۔ ہم ان کو رکھنا چاہتے ہیں۔ افسوس مسلمانوں کے
یہ بیان نائب تحصیلدار صاحب نے نہ لکھے۔ اور کہا
رازق اللہ ہے۔ مگر وہ کسی ذریعہ سے روزی دیتا ہے
کیا تم میں طاقت ہے کہ تم گاؤں والوں سے مقابلہ کرو
اس کے جواب میں مسلمانوں نے کہا ہم میں مقابلہ کی
طاقت نہیں۔ اگر طاقت ہوتی۔ تو مولوی صاحب
کو گھر سے کیوں نکالتے۔ تحصیلدار صاحب نے کہا۔
پھر تم بیان لکھاؤ۔ کہ نہ تو مولوی صاحب کے رہنے
سے ہمیں کچھ فائدہ ہے۔ نہ جانے سے کچھ نقصان ہے
اسپر انہوں نے ایسا ہی کہدیا۔ اور دو چار نے انگوٹھے
لگا دیئے۔ پھر مجھ سے پوچھا۔ تم ابھی آئے ہو جبکہ
شدھی کی بات چلی ہے۔ پہلے کیوں نہ آئے۔ میں نے
کہا جب ضرورت دیکھی ہم آگئے۔ یہ سوال پنڈت جی
سے پوچھئے جو جواب وہ دینگے وہی ہمارا ہوگا۔ پھر مجھکو
کہا تم لکھدو کہ میں یہاں رہنا نہیں چاہتا۔ میں نے کہا۔
میں یہ نہیں لکھوں گا۔ بلکہ میں یہ لکھونگا کہ میں یہاں ہی
رہنا چاہتا ہوں۔ اگرچہ میرا سر اڑا دیا جائے۔ اسپر وہ
خفا ہوئے۔ اور کہا کہ عدالت تم سے لکھوائیگی۔ میں نے
کہا۔ عدالت مجھ سے جبراً نہیں لکھوا سکتی۔ انہوں نے
کہا۔ تم ضد کرتے ہو۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ تم بانی فساد
ہو۔ میں نے کہا ہرگز نہیں۔ ہم لوگ فسادی نہیں اور
میں گاؤں کے مقابلہ میں اکیلا کیسے فساد کر سکتا ہوں
میں جمال پور میں چلا گیا ہوں۔ اور میری اپنی کوئی
ضد نہیں ہے۔ اور نہ ہم لوگ فساد کرتے ہیں۔ اس
بیان پر میرے انہوں نے دستخط کرائے۔ اور ہم لوگ
چلے آئے۔ ہندوان کے پاس بیٹھے رہے۔

اس افسوسناک واقعہ سے ظاہر ہے کہ کس طرح
آریوں کو فتنہ ارتداد میں ہندو حکام کی مدد اور تائید
حاصل ہے۔ اور مسلمان مبلغین کے لئے کس قدر
مشکلات کا سامنا ہے۔

خاکسار مہر محمد خان احمدیہ دار التبلیغ آگرہ

شکریہ احباب و معذرت

میرے والد ماجد ماسٹر قادر بخش صاحب لدھیانوی مرحوم
کی وفات پر جو جو احباب اس صدمہ میں میرے شریک
حال ہوئے ہیں اور جن جن بزرگوں اور دوستوں نے
اظہار افسوس اور تعزیت کے خطوط لکھے ہیں۔ میں ان
سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ چونکہ میں شدت مصروفیت
کے باعث خطوط کے جوابات فرداً فرداً نہیں لکھ سکا۔
اس لیے ان تمام احباب کی خدمت میں بذریعہ اخبار ہذا ان کے
خطوط کی رسید کے طور پر یہ چند الفاظ لکھکر ساتھ ہی درخواست
کرتا ہوں کہ وہ میرے والد ماجد مرحوم کیلئے دعا فرمادیں کہ
اللہ تعالٰے اعلٰی سے اعلٰی مقامات میں جگہ دے۔ اور نیز
پسماندگان کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اور دعا کرتا ہوں کہ
کہ اللہ تعالٰی ان تمام احباب کو اس کا اجر بخشے۔ آمین۔

خاکسار رحیم بخش۔ قادیان

لائل پور میں عیسائیوں کا فرار

لائل پور۔ گول باغ میں ۲۸ سے ۳۱ جولائی تک
مسلمانان لائل پور کا جلسہ ہوا۔ پہلے دن بوقت صبح
قدامت روح و مادہ پر مولوی محمد نذیر صاحب مولوی
فاضل و منشی فاضل نے خوب تقریر کی۔ دوسرے
اجلاس میں سکھوں اور مسلمانوں کے تعلقات پر
بھی مولوی محمد نذیر صاحب موصوف نے تقریر کی
ہر دو تقاریر عالمانہ رنگ کی تھیں۔ اسی اجلاس
میں حسب پروگرام مشتہرہ نصف گھنٹہ کفارہ کی
تردید پر راقم نے تقریر کی۔ پادری عبد الحق صاحب
لدھیانوی نے اعتراض کیا۔ کہ مناظرہ سے پہلے مقررہ
مضامین پر تقریر نہ کی جائے۔ کیونکہ اس طرح پہلے
ہی آپ اپنا اثر ڈال لیتے ہیں۔ مگر ہماری طرف سے
جواب دیا گیا۔ کہ یہ تقریریں تبلیغی ہیں۔ جو پروگرام
کے مطابق ہیں۔ اور مناظرہ بھی کیا جائیگا۔ تقریر کے
بعد مناظرہ شروع ہوا۔ پادری عبد الحق صاحب لدھیانوی
نے بحیثیت مدعی کفارہ کی تائید میں ۳۰ منٹ
تقریر کی ہماری طرف سے جناب مولوی غلام رسول
صاحب کھڑے ہوئے۔ اور پادری صاحب کی تردید
کی نتیجہ یہ ہوا پادریوں کی بیّن شکست ظاہر ہوئی۔ اور
اس کی تصدیق قریباً ہر کہ و مہ حاضرین جلسہ نے کی
جن کی تعداد دو ہزار سے کم نہ تھی۔

دوسرے دن صبح جناب میر قاسم علی صاحب نے
تناسخ کا چکر۔ اور حضرت مولوی غلام رسول صاحب
راجیکی نے اسلام اور دیگر مذاہب پر عالمانہ تقریریں
کیں۔ خدا کے فضل سے پبلک پر بہت اچھا اثر ہوا۔
اسی دن دوسرے اجلاس بوقت ۵ بجے شام میں
خاکسار نے ابطال الوہیت مسیح پر ایک گھنٹہ ۱۵ منٹ
تقریر کی۔ پادریوں نے دوران تقریر میں ہی چیخنا
شروع کر دیا۔ کہ یہ کیا اندھیر ہے۔ مناظرہ سے
پہلے تقریر کر کے اپنا اثر ڈال چکنے کے بعد مناظرہ کیا
جاتا ہے۔ یہ ہم پر ظلم ہے۔ مگر ہمارے پریذیڈنٹ

جناب میر قاسم علی صاحب نے ان کو سمجھایا۔ کہ یہ تبلیغی تقریر ہے۔ آپ اپنے وقت میں اس کو نہ چھوئیں مناظرہ سے اس تقریر کو کوئی تعلق نہیں۔ آخر بہر و ریش برجان درویش پادری عبدالحق صاحب کو خاموشی سے ابطال الوہیت مسیح پر یہ تقریر سننی پڑی۔ اس کے بعد مناظرہ شروع ہوا۔ حسب قرارداد پادری عبدالحق صاحب نے ۳۰ منٹ تائید الوہیت مسیح پر تقریر کی اور بیٹھ گئے میں اس کا جواب دینے کے لئے کھڑا ہی ہوا تھا۔ کہ پادری عبدالحق صاحب اور ان کے ہمراہی خصوصاً مسٹر ڈیوڈ مسیحی آنریری مجسٹریٹ لائل پور نے کہا۔ کہ میر قاسم علی صاحب کو پریذیڈنٹی سے الگ کردو۔ تب مباحثہ کرینگے مگر پبلک نے کہا۔ کہ ہم نے ان کو پریذیڈنٹ بنایا ہے۔ آپ کے کہنے سے الگ نہیں کئے جاسکتے۔ اور اب جبکہ مناظرہ شروع ہوگیا ہے۔ اور آپ ۳۰ منٹ ان کی پریذیڈنٹی میں تقریر کرچکے ہیں۔ اب آپ کا یہ مطالبہ بالکل ناجائز ہے۔ اس پر پادری صاحب معہ اپنے ہمراہیوں کے میدان مناظرہ سے بھاگ گئے۔ مجھے ۳۰ منٹ دئے گئے۔ اور میں نے پادری عبدالحق کی بیان کردہ تقریر کا مفصل جواب دیا۔ اگلے دن جناب میر قاسم علی صاحب نے سوامی دیانند کی سوانحعمری پر بے نظیر تقریر کی حاضرین بہت محظوظ ہوئے۔ کوئی آریہ یا پادریوں کی شکست دگربیرا دیکھنے کے بعد مناظرہ کی جرأت نہ کرسکا۔ لائل پور میں جماعت احمدیہ کی دھاک بندھ گئی ہے۔ خاکسار عبدالحق

احمدی استادوں کا امتحان

وہ احمدی اساتذہ جو قادیان کے باہر احمدی سکولوں میں کام کررہے ہیں۔ ان کا امتحان مندرجہ ذیل کتب کا سالانہ جلسہ پر لیا جاویگا۔ ان کو چاہئے کہ تیاری کرکے شریک امتحان ہونے کی اطلاع جلد دیں۔ (تین پارہ قرآن کریم باترجمہ۔ کشتی نوح۔ الوصیت۔ اسلامی اصول کی فلاسفی) اس سے ایک ماہ پہلے میں سرکلر کے ذریعہ بھی اطلاع دے چکا ہوں۔

ناظر تعلیم و تربیت قادیان

مختصر تازہ خبریں

——— خواجہ حسن نظامی صاحب کو حیدر آباد سے دو سو روپیہ ماہوار بطور وظیفہ ملنا منظور ہوا ہے۔

——— راولپنڈی کے مسٹر عزیز احمد بیرسٹر کی یوروپین بیوی سے لڑکی کی مسٹر کنہیا لال پسر لالہ ہرکشن لال ڈپٹی زراعت پنجاب سے شادی ہوئی۔ دونوں نے اپنے آپ کو لامذہب ظاہر کیا۔

——— ریاست اودے پور میں دھکڑ قوم نے دو ہزار کی تعداد میں لاٹھیوں اور تلواروں سے مسلح ہو کر ریاستی فوج پر حملہ کیا۔ مگر مغلوب ہو گئے۔ پانچ سو سے زیادہ حملہ آور گرفتار ہو چکے ہیں۔ ان لوگوں نے بالشویک طریق پر جو پنچائتیں قائم کی تھیں۔ وہ توڑ دی گئی ہیں۔

——— ریاست نابھ میں اخبار کیسری اور اکالی تے پردیسی کا داخلہ بند ہو گیا۔

——— یکم اگست کو مسٹر تلک کی یادگار میں امرتسر میں کانگریس کا جو جلوس نکلا۔ اس میں کوئی مسلمان شریک نہ ہوا۔ یہی حال لاہور میں ہوا۔

——— کوہالہ میں پلیگ کی وجہ سے ڈاک بنگلہ بند کر دیا گیا ہے۔ کشمیر جانے والے لوگ وہاں نہ ٹھہر سکینگے۔

——— لاہور میں ہندو میونسپل کمشنروں کی جو میٹنگ ہوئی۔ اس میں صدارت کے لئے سخت اختلاف ہوا۔ راجہ نریندرا ناتھ کا نام پیش کیا گیا۔ جس کے خلاف کانگریسی ممبروں نے سخت تقریریں کیں۔ اور ان کے منتخب ہو جانے پر پنڈت سنتانم۔ ڈاکٹر گوپی ناتھ وغیرہ اٹھکر چلے گئے۔

——— کانگریس کی کارکن مجلس نے اعلان کیا ہے۔ کہ مسئلہ کینیا (افریقہ) کا جو فیصلہ ہندوستانیوں کے خلاف ہوا ہے۔ اس کے متعلق ۲۶ اگست کو ہندوستان بھر میں پر امن ہڑتال کی جائے۔ اور جلسے منعقد کر کے اہل ملک کو برطانیہ کی شاہی نمائش و شاہی کانفرنس امپائر ڈے اور دیگر شاہی تقریبوں کے مواقع پر حصہ نہ لینے کی دعوت دیجائے۔

——— مسٹر ہارڈنگ پریذیڈنٹ امریکہ ۲ر اگست کو آناً فاناً چل بسے۔ اچانک موت کی وجہ سکتہ کا حملہ ہوا۔ ڈاکٹر اس روز ان کی صحت بہت اچھی خیال کر رہے تھے۔

——— جشن صلح ٹرکی کی تقریب پر مہا راجہ صاحب دتیہ نے ریاست کی مسلمان فوج کے لئے ایک جدید مسجد تعمیر کرنے کی منظوری دی ہے۔

——— ملاپ لاہور کو معلوم ہوا ہے کہ لاہور کی بازاری عورتیں ہندو گھرانوں میں آتی جاتی اور ہندو مستورات سے میل جول بڑھا رہی ہیں۔

——— پنجاب یونیورسٹی کے امتحان بی۔ اے میں امسال ۱۳ سو امیدوار شریک ہوئے۔ اور ۶۱۵ کامیاب ہوئے جن میں صرف ۱۴۱ مسلمان تھے۔

——— مسٹر مشیر حسین صاحب قدوائی نے معاصر ہمدم میں خلافت کمیٹیوں کو بند کر دینے کے متعلق ایک طویل مضمون لکھا ہے۔ جو اخبار کے خاص کالموں میں شائع ہوا ہے۔ اس میں لکھتے ہیں۔ "اگر یہ تنظیم جلد سی جلد بند نہ کی گئی تو اس کی عفونت دنیا بھر میں پھیل جائے گی۔

——— پچھلے دنوں مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کے طلبا اور پولیس میں جو فساد ہوا تھا۔ اس کی تحقیقات کے دوران میں دو پولیس سواروں کو برخواست کر دیا گیا ہے۔

——— مسٹر کولج مسٹر ہارڈنگ کی جگہ امریکہ کے پریذیڈنٹ بنائے گئے۔ انہیں وفات کے بعد خود بخود پریذیڈنٹ بننے کا اختیار تھا۔

——— پریذیڈنٹ ہارڈنگ کی وفات کی وجہ سے دربار انگلستان میں ایک ہفتہ سوگ رہیگا۔

——— ایک نیا فوجی رسالہ فیروزپور سے نابھ بھیجا گیا ہے۔

——— بمبئی کونسل میں ایک ممبر نے یہ ریزولیوشن پیش کیا تھا۔ کہ قیدیوں کو جیل میں سزائے تازیانہ نہ دی جائے۔ مگر کثرت آرا سے مسترد ہو گیا۔

——— بمبئی کونسل کے اجلاس میں ایک غیر سرکاری ممبر مسٹر گپتا کو غش آگیا۔ اور گھر پہنچانے پر دوسرے دن رشرع پر داشتگر گیئی۔

——— میرٹھ کے ہندو مسلمان فساد کے سلسلہ میں مولوی نذیر احمد خجندی کو بھی گرفتار کیا گیا ہے جو ضمانت پر رہا ہوئے۔

——— آل انڈیا کانگریس کمیٹی کی مجلس عاملہ نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ کانگریس کا اجلاس خصوصی بمبئی کے بجائے دہلی میں منعقد کیا جائے۔

——— سید غلام بھیک صاحب نے اعلان کیا ہے۔ کہ جمعیتہ مرکزیہ تبلیغ اسلام آگرہ کے لئے ہندوستان کے ہر حصہ سے پچاس ایسے مبلغین کی ضرورت ہے۔ جو بمبئی بنگال۔ مدراس۔ کشمیر۔ پنجاب کے صوبجات کی مختلف زبانیں بول سکتے ہوں۔ اور تبلیغ اسلام کا کام سرانجام دیں۔ تنخواہ حسب لیاقت دی جائے گی۔ تمام درخواستیں معہ نقول اسناد کے معتمد اعلیٰ مجلس نمایندگان تبلیغ آگرہ کے نام آنی چاہئیں۔

——— پنڈت مدن موہن مالویہ نے ملک کی تمام سناتن دھرم سبھاؤں کے نام اعلان شائع کیا ہے۔ کہ وہ سناتن دھرم سبھا کے آئندہ اجلاس میں شریک ہوں۔ یہ اجلاس ۱۷ اگست سے لیکر ۱۸ اگست تک سنٹرل ہندو کالج بنارس کے اندرشا ہال میں منعقد ہوگا۔

——— ڈاکٹر نائیڈو صاحب کو چھ ماہ قید سخت اور تین سو روپیہ جرمانہ کی سزا دی گئی ہے۔ اگر جرمانہ نہ ادا کیا گیا تو چھ ہفتہ کی مزید قید سخت بھگتنی ہوگی۔

——— آریوں کے مشنری پنڈت پورنانند گذشتہ اتوار کو اپنے وطن بٹالہ میں فوت ہو گئے۔ اور پنڈت رام بھجدت منصوری میں۔

——— سر فرید الملک پریذیڈنٹ کونسل نظام نے استعفیٰ داخل کر دیا ہے۔ لیکن ان سے ہز ایکسلنسی وائسرائے کی آئندہ تشریف آوری تک جو کہ نومبر میں ہوگی۔ ٹھہرنے کی درخواست کی گئی ہے۔

——— ملتان میں ایک شخص مسمی نور علی کو جسکی عمر قریباً ۱۴ سال کی ہے۔ ایک تین یا چار سال کی عمر کی لڑکی کو پانی میں ڈبو کر ہلاک کرنے کے جرم میں عمر قید کالا پانی کی سزا دی گئی

(باہتمام شیخ عبد الرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپکر مالکان کیلئے ...)